پاکستان میں خوب مشہور ہوا تھا۔ انٹرویو ختم ہوا تو حضور اُٹھ کر باہر آئے۔ اس موقع پر ایک اردو دان انگریز افسر نے انٹرویو لینے والے نمائندہ کو توجہ دلائی کہ ایک سوال تو تم بھول ہی گئے ہو۔ اس پر اس کو یاد آیا اور اس نے معذرت کرتے ہوئے حضور سے دوبارہ اندر تشریف لانے کی درخواست کی۔ حضور دوبارہ سٹوڈیو میں گئے اور ایک مزید سوال کا جواب عنایت فرمایا۔ یہ سوال بھی گزشتہ روز بتائے گئے سوالات میں شامل نہیں تھا۔

انٹرویو سے فارغ ہونے کے بعد حضور واپسی کے لیے روانہ ہوئے۔ کار میں تشریف فرما ہونے سے قبل اس عاجز کو قریب بلایا اور بڑی شفقت سے کندھے پر دستِ مبارک رکھتے ہوئے فرمایا:

’’آپ کو یاد ہے کہ اس نے کل کیا سوالات بتائے تھے؟‘‘ خاکسار نے عرض کیا کہ حضور خوب یاد ہیں اور وہ کاغذ اس وقت بھی میری جیب میں ہے۔ حیرت ہے کہ اس نے ان میں سے ایک سوال بھی نہیں پوچھا اور بالکل نئے سوالات پیش کئے ہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا:

’’بالکل ایسے ہی ہوا ہے لیکن میں بہت خوش ہوں کہ اس نے یہ نئے سوالات مجھ سے پوچھے ہیں۔ دراصل مَیں یہی چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے یہ سوالات پوچھے جو اس نے آج پوچھے ہیں۔ یہ بہت ہی اچھا ہوا‘‘۔

مَیں حضور کا یہ ارشاد سن کر حیران رہ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح آپ کو اپنی غیر معمولی تائید و نصرت سے نوازا اور آپ کی دلی خواہش کے مطابق وہی سوالات اس نمائندہ سے کروائے جو آپ چاہتے تھے کہ وہ آپ سے دریافت کرے۔ عام طور پر پریس کے نمائندگان کا یہ طریق نہیں ہوتا۔ طے شدہ انٹرویوز میں بالعموم وہی سوالات پوچھتے ہیں جو پہلے سے بتائے گئے ہوں یا پھر ایک آدھ سوال کا اضافہ کر دیتے ہیں۔ یہ صورت حال بہت ہی غیر معمولی تھی لیکن آخر میں یہ راز کھلا اور ازدیادِ ایمان کا موجب ہوا کہ اس اچانک تبدیلی کے پیچھے ایک مرد خدا کی توجہ اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کارفرما تھی۔

(روزنامہ الفضل سیّدنا طاہر نمبر 27 دسمبر 2003ء صفحہ 42)

طائر کے بعد اُس کا نشیمن اُداس ہے

پیغام آرہے ہیں کہ مسکن اُداس ہے
طائر کے بعد اُس کا نشیمن اُداس ہے

اک باغباں کی یاد میں سرو و سمن اُداس
اہلِ چمن فسردہ ہیں گلشن اُداس ہے

نرگس کی آنکھ نم ہے تو لالے کا داغ اُداس
غنچے کا دل حزیں ہے تو سوسن اُداس ہے

ہرموج خونِ گل کا گریباں ہے چاک چاک
ہر گل بدن کا پیرہنِ تن اُداس ہے

آزردہ گل بہت ہیں کہ کانٹے ہیں شاد کام
برقِ تپاں نہال، کہ خرمن اُداس ہے

سینے پہ غم کا طور لئے پھر رہا ہے کیا
موسیٰ پلٹ کہ وادیٔ ایمن اُداس ہے

بس نامہ بر، اَب اِتنا تو جی نہ دُکھا کہ آج
پہلے ہی دل کی ایک اِک دھڑکن اُداس ہے

بَن باسیوں کی یاد میں کیا ہوں گے گھر اُداس
جتنا کہ بن کے باسیوں کا مَن اُداس ہے

مجنوں کا دشت اُداس ہے صحن چمن اُداس
صحرا کی گود، لیلیٰ کا آنگن اُداس ہے

چشمِ حزیں میں آ تو بسے ہو مرے حبیب
کیوں پھر بھی میری دید کا مسکن اُداس ہے

گھبرا کے دردِ ہجر سے اے میہمانِ عشق
جس من میں آکے اترے ہو وہ من اُداس ہے

آنکھوں سے جو لگی ہے جھڑی تھم نہیں رہی
آ کر ٹھہر گیا ہے جو ساون اُداس ہے

بس یادِ دوست! اور نہ کر فرشِ دل پہ رقص
سن! کتنی تیرے پاؤں کی جھانجن اُداس ہے

لو نغمہ ہائے درد نہاں تم بھی کچھ سنو
دیکھو نا، میرے دل کی بھی راگن اُداس ہے

(کلام طاہرؒ)